ڈاکٹر محمد ریاض

امام محمد غزالیؒ کا ایک مکتوب

امام ابوحامد محمد غزالی طوسی (سنہ ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء تا ۵۰۵ھ / ۱۱۱۱ء) کے القاب زین الدین اور حجۃ الاسلام ان کی غیر معمولی خدمات کے دلیل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی کوئی پچپن (۵۵) سالہ زندگی کے دوران عربی اور فارسی میں ننانوے (۹۹) کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی اصل کتابوں کا معتدبہ حصہ شائع ہو چکا اور دنیا کی کئی زبانوں میں ان کے تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

غزالی کے بارے میں لکھی جانے والی کتابوں کی تعداد بھی قابلِ ملاحظہ ہے۔ ان کی عربی کتابوں کا بڑا مرکز ملک شام ہے۔ عربی اور فارسی کے ادیب امام موصوف کے طرز تحریر کی بیساختگی کے بھی بے حد مداح ہیں۔ علامہ شبلی کی اردو کتاب الغزالی[1] اور پروفیسر ہمائی سنا اصفہانی کی فارسی تالیف "غزالی نامہ" میں امام ممدوح کی زندگی، تصانیف اور خدمات کے بارے میں کافی معلومات یکجا کردی گئی ہیں۔ تاہم دوسرے مصنفین نے بعض نئے پہلوؤں پر بھی

---

[1] ماہنامہ آموزش و پرورش تہران کے دو شماروں (نمبر ۷، ۸، ۹ سال نہم) میں سید [illegible] نے اس کتاب کے منتخب حصوں کا فارسی ترجمہ شائع کروایا تھا۔

روشنی ڈالی ہے۔ کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے غزالی کی عربی کتاب "احیاء علوم الدین" اور فارسی تصنیف "کیمیائے سعادت" کو ان کی دیگر تالیفات پر مرجح مانا جاتا ہے۔ امام مغفور کے عربی اور فارسی اشعار بھی آب دار اور دل آویز ہیں اور یہی کیفیت ان کے عربی اور فارسی مکتوبات کی ہے۔

دین اسلام کی مختلف شئون پر لکھنے والے متاخر مصنفین میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو امام غزالی کی فکر و نظر سے متاثر نہ ہوئے ہوں۔ اور جنھوں نے ایجابی یا سلبی طور پر ان سے استناد نہ کیا ہو۔

امام غزالی کے فارسی مکاتیب کو ۱۳۳۳ھ ش / ۱۹۵۴ء میں پروفیسر عباس اقبال آشتیانی (م ۱۹۵۶ء) نے تہران سے شائع کروایا تھا۔ مجموعے کا نام اصل مخطوطوں کے مطابق "فضائل الانام من مکاتیب حجۃ الاسلام" ہی رکھا گیا۔ یہ کتاب ان دو قدیم مخطوطوں کی مدد سے مرتب کی گئی جو ترکی کے بعض کتب خانوں سے دستیاب ہوئے۔ یہ مخطوطے امام موصوف کے کسی نواسے کے مرتب کردہ متن کی رو سے استنساخ کیے گئے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام موصوف کے ہاں چند بیٹیاں ہی تھیں۔

مکتوبات بادشاہوں، وزراء، امراء، فقہاء و علماء اور معتقدوں کے نام لکھے گئے ہیں جس مکتوب کو مع اردو ترجمہ یہاں نقل کر رہے ہیں، اسے پروفیسر عباس اقبال آشتیانی نے مجلہ دانش کدہ ادبیات دانش گاہ تہران کے ایک مقالے میں نقل کیا تھا۔ (سال یکم شمارہ ۲- صفحہ ۱ تا ۱۱ ملاحظہ ہو) - ۱۳۵۰ھ ش / ۱۹۷۱ء میں دکتر محمد دبیر سیاقی نے پروفیسر مرحوم کے ایک سو ایک مقالوں کا مجموعہ "مجموعہ مقالات عباس اقبال آشتیانی" کے عنوان سے تہران سے شائع کروایا۔ (کتاب فروشی خیام) جس میں مجلہ مذکورہ کا مقالہ بھی شامل ہے (صفحہ ۸۶۴ تا ۸۷۳)۔

اس خط کے محتویات و مطالب کے علاوہ غزالی کا طرز خطاب و تحریر بھی قابل توجہ ہے یہ خط خواجہ نظام الملک طوسی (م ۴۸۵ھ / ۱۰۹۲ء) صاحب "سیاست نامہ" کے بیٹے فخر الملک کے نام لکھا گیا ہے۔ فخر الملک دس سال تک سلطان سنجر سلجوقی کا وزیر رہا۔ (۴۹۰ھ-۵۰۰ھ / ۱۰۹۲-۱۱۰۶ء) اور اپنے باپ کی طرح کسی باطنی کے ہاتھوں عاشورۂ محرم الحرام کے دن قتل ہوا۔ اسے

خواجہ نظام الدین ابوالفتح مظفر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ فخر الملک کے بعد اس کا بیٹا قوام الدین نظام الملک ثانی کے لقب کے ساتھ ۵۰۰ تا ۵۰۴ھ/۱۱۰۶ تا ۱۱۱۰ء) سلاجقہ کا وزیر رہا۔ اس لائق شخص کو خلیفہ المسترشد عباسی نے بھی ۵۱۶ اور ۵۱۷ھ (۱۱۲۲ و ۱۱۲۳ء) کے دوران قلمدانِ وزارت سپرد کیا تھا۔

اب اس خط کا اردو ترجمہ مع فارسی متن ملاحظہ فرمائیں۔ مگر یہ امر ملحوظ رہے کہ غزالی نے یہ خط اپنے معاصر وزیر کبیر کے نام لکھا اور اس میں معمول کے مطابق کوئی بات نہیں ملتی۔ خوشامد یا تعریف تو کجا، غزالی غیر متقی سلاطین و امراء کے مقام و مرتبے کی نفی کر رہے ہیں اور انھیں قاصر و خاسر قرار دے رہے ہیں۔ اس خط کے مطالب کی تفصیل غزالی کی دیگر تصانیف جیسے "احیاء علوم الدین" اور اس کی فارسی تلخیص "کیمیائے سعادت" میں بھی دیکھی جاسکتی ہے خط چونکہ فارسی میں ہے، اس لیے غزالی نے خود بھی "کیمیائے سعادت" کا حوالہ دے دیا ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

امیر، حُسام، نظام اور ان جیسے دیگر خطاب[1] اور لقب وہم و خیال اور تکلف کے اجزاء ہیں۔ (حدیث قدسی ہے) "اور میں اور میری امت کے متقی لوگ تکلف سے پاک ہیں"۔ 'امیر' کے معانی جاننا اور حقیقت امارت معلوم کرنا ایک اہم تریات ہے۔ اَمیر وہ ہے جس نے اپنے ظاہر و باطن کو معنئ امارت سے مزین کر رکھا ہو، خواہ کوئی بھی اسے امیر نہ کہتا ہو۔ جس نے اس حقیقت سے اپنے آپ کو مزین نہ کر رکھا ہو تو خواہ سب عالم اسے امیر کہتا ہو وہ اَسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

امیر و حسام و نظام و ہرچہ بدین مانند ہمہ خطابست و القاب و این جملہ وہم و تکلف است و انا و اتقیاء امتی براء من التکلف۔ معنی امیر بدانستن و حقیقت وی طلب کردن، مہتر است۔ ہر کہ ظاہر و باطن بمعنی امیری آراستہ است امیر است اگرچہ ہیچ کس ویرا امیر نگویند۔ و ہر کہ ازین معنی عاطل است اسیر است اگرچہ

---

[1] یعنی فلاں امیر، حُسام الدین اور نظام الدین یا نظام الملک ایسے القاب۔

(قیدی و مغلوب) ہے۔ امیر وہ ہے جس کے حکم کا
لشکر پر چلن ہو۔ اور سلطنتِ انسانی کا جو لشکر ہے
وہ انسان کے باطن کے لشکر ہیں۔ اور ان لشکروں
کی کئی اقسام ہیں۔ (ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔) وَمَا
يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ[1] (اور تیرے پروردگار
کے لشکروں کو خود اس کے سوا کوئی نہیں جانتا) مگر
بڑے باطنی لشکر تین ہیں:- ایک "شہوت" ہے جو
پلیدیوں اور برائیوں کی طرف مائل کرتی ہے۔ دوسرے
"غصہ" ہے جو قتل و غارت گری کا حکم دیتا ہے اور
تیسرے "فریب کاری" جو مکر و حیلہ اور شیطانی راہ
سکھاتی ہے۔ یہ معانی اگر شکل و صورت کے لباس
میں مجسم ہوجاتے تو پہلا "خنزیر" دکھائی دیتا دوسرا
"کتا" اور تیسرا "شیطان"۔ اور مخلوق کے دو گروہ
ہیں:- ایک گروہ وہ ہے جس نے مذکورہ سہ گانہ لشکروں
کو مغلوب کر رکھا ہے اور ان پر اپنا حکم رواں کر رکھا
ہے، اس گروہ والے امراء اور بادشاہ ہیں۔ دوسرا گروہ
وہ ہے جنھوں نے ان لشکروں کے آگے کمرِ خدمت
باندھ رکھی ہے اور رات دن ان کی متابعت میں کھڑے
رہتے ہیں۔ یہ اسیروں (مقیدوں) کا گروہ ہے۔ اور
اس عالم کے اندھے ہیں جو امیر اور بادشاہ کو گداگر
اور مجبور قرار دیتے ہیں اور حاکم اسیر کو میر اور

همه جهان وی را امیر گویند۔ و معنی امیر
آنست که امر وی بر لشکر وی روان بود
و اول لشکری که در ولایت آدمی کرده اند
جنود باطن ویست۔ و این جنود اصناف
بسیار اند وما یعلم جنود ربك الا هو
و رؤسای ایشان سه اند:- یکی شهوت
که بقاذورات و مستقبحات گراید۔ و یکی غضب
که قتل و ضرب و هجم فرماید۔ و دیگر
گربزی که بمکر و حیلت و تلبیس راه
نماید۔ و این معانی را اگر از عالم شکل
و صورت کسوتی پوشیدندی بسزا یکی
خنزیری بودی و دیگر کلبی و دیگر
شیطانی۔ و خلق دو گروه اند:- گروهی
آنند که این هر سه را متعهد و مسخر کرده اند
و فرمان بر ایشان روان کرده اند۔ این
قوم امیران و پادشاهانند۔ و گروهی آنند
که کمر خدمت ایشان بربسته اند و روز
و شب در طاعت و متابعت ایشان
ایستاده اند، این قوم اسیرانند۔ و نابینایان
این عالم باشند که امیر و بادشاه را گدا
و مسکین و بیچاره گویند و اسیر فرومانده را امیر و

---

[1] قرآن مجید، آیت ۳۱-سورہ ۷۴

بادشاہ مانتے ہیں۔ صاحبانِ بصیرت اس بات کو ایسے سنتے ہیں جیسے بدصورت سیاہ رنگ والے شخص کو کوئی 'سفیدرو' کہے یا ہلاکت خیز بیابان کو 'پناہ گاہ'۔ وہ اس پر تعجب نہیں کرتے، کیونکہ یہ جہان برعکس صورت حال کا حامل ہے، اور یہ عجیب بات ہے کہ پیدائش وتخلیق کے اعتبار سے دونوں عوالم متخالف ہیں۔ ایک حقائق ومعانی کا عالم ہے جسے عالمِ ملکوت کہتے ہیں اور دوسرا یہ عالمِ ظاہری ہے جسے عالمِ شہادت سے موسوم کرتے ہیں۔ عالمِ شہادت میں جو کچھ ہے وہ موجود نما معدوم ہے اور نیست ہست دکھائی دیتا ہے۔ عالمِ ملکوت میں جو کچھ ہے وہ معدوم نما موجود ہے اور اس چشمِ باز کی نسبت سے ہے، لوگ موت کے وقت اس امر کو جان لیں گے، کیونکہ جب یہ چشمِ باز بند ہوگی تو عالمِ ملکوت کے پردے سے حقیقت باہر آئے گی اور معاملہ برعکس ہوگا۔ جس چیز کو انسان ہست و موجود خیال کرتا تھا، وہ نیست و معدوم ہوگا اور جسے معدوم سوچتا تھا وہ سب موجود ہوگا، انسان کہے گا کہ خدایا! یہ کیا کیفیت ہے کہ معاملات برعکس اور متضاد ہوگئے ہیں (جواب سنے گا کہ) فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ[1] (پس ہم نے تیرا پردہ

پادشاہ خوانند و اہل بصیرت این ہمچنان شنوند کہ سیاہ زشت را کافور نام نہند و بیابان مہلک را مفازہ گویند۔ و این تعجب نکنند چون دانستہ اند کہ این عالم انتکاس و انعکاس است و این عجب کہ در اصل آفرینش ہر دو عالم را یکی عالم حقائق و معانیست و آنرا عالم ملکوت گویند و یکے عالم صورتست و آنرا عالم شہادت خوانند بنا بر التباس است، ہرچہ در عالم شہادت ست نیست ہست نمای است ولاشئ در صورت شئ، و ہرچہ در عالم حقیقت است ہست نیست نمای است و این باضافت باز این چشم بود کہ خلق دیدار آنرا میدانند بوقت مرگ کہ چون این چشم فراشود حقیقی از غشاوۂ آن عالم بیرون آید و تغیر قلب افتد ہرچہ را ہست می پنداشت ہمہ نیست نماید و ہرچہ را نیست می پنداشت خود ہمہ ہست آن بیند، گوید بارخدایا این چہ حالت است کارہا معکوس گشت فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید گوید آہ ندانستم

---

[1] قرآن مجید۔ سورۂ قٓ

کھول دیا۔ پس آج کے دن تیری آنکھ تیز بین ہے)
انسان کہے گا کہ افسوس مجھے معلوم نہ تھا کہ ایسا ہوگا
رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا [۵۱]
(اے ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ اور سن لیا۔ پس ہمیں
واپس بھیج کہ ہم نیک عمل کریں) خدائے تعالیٰ جواب
میں فرمائے گا: اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ
مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا
لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ [۵۲] کیا ہم نے تمہیں اتنی
عمر نہ دی تھی کہ کوئی نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت
حاصل نہ کر سکتا؟ اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا۔ پس
اب مزا چکھو۔ پس یہاں ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے)
انسان عرض کرے گا کہ خدایا ڈرانے والوں نے ہمیں
یہ بتایا کہ معدوم، موجود نما کیسے ہوگا؟ جواب آئے
گا کہ کیا تو نے قرآنِ قدیم [۵۳] میں سے یہ بات نہ سنی تھی
کہ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً
حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ
عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ (جیسے بیابان میں سراب
کہ پیاسا اسے پانی جانے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ جب

کہ چنین بود۔ ربنا ابصرنا و
سمعنا فارجعنا نعمل صالحاً
جواب گوید اولم نعمرکم
مایتذکر فیه من تذکر و
جاءکم النذیر فذوقوا
فما للظلمین من نصیر گوید
بار خدایا با ما نگفته اند که نیست
هست نمای چون باشد؟ گوید
در قرآن قدیم نشنیدی که گفت
کسراب بقیعة یحسبه
الظمان ماء حتی اذا
جاءه لم یجده شیئاً
و وجده الله عنده فوفه
حسابه۔ وهمانا کسی گوید
که هست نیست نمای و نیست
هست نمای مفهوم نیست و در حقائق
و معانی با فهام ضعیف بمثالی توان
رسید چون بادی که در هوای

---

۵۱ قرآن مجید ۱۲ : ۳۲
۵۲ ایضاً ۳۷ : ۳۵
۵۳ امام غزالی اشعری تھے، اس لیے معتزلہ کے عقائد کے خلاف وہ اپنی تصانیف کے کئی موارد میں
قرآن مجید کے ساتھ قدیم بھی لکھتے رہے ہیں۔

وہاں پہنچا کو کچھ نہ ملا اور اللہ کو پایا جس نے اس کا
پورا حساب دے دیا) اور شاید کوئی کہے کہ موجود نما
معدوم اور معدوم نما موجود کی بات سمجھ نہیں آتی ۔ ان
حقائق و معانی کو کمزور عقل کی مدد سے ایک مثال کے
ذریعے سمجھا جا سکتا ہے ۔ ہوا کی مثال ہے ۔ وہ خوشگوار
موسم میں زمین سے اٹھتی ہے اور اپنے گرد مستطیل شکل
کا ایک مینار بنا لیتی ہے ۔ کوئی دیکھے تو سوچے کہ ہوا
اپنے آپ کو ہی دبوچ رہی اور حرکت دے رہی ہے
مگر ایسا نہیں ہے ، بلکہ خاک ہوا کے ہر ذرے میں ہوا
کا ایک ذرہ ہے جو متحرک اور رواں ہے ، مگر ذرۂ خاک
کو دیکھا جا سکتا ہے ، جب کہ ہوا غیر مرئی ہے ۔ پس
یہ حرکت کرنے والی خاک موجود نما معدوم ہے جب کہ
ہوا معدوم نما موجود ہے کیونکہ خاک حرکت کرنے میں
ہوا کے ہاتھ بے بس اور مجبور ہے اور غلبہ و حکومت
ہوا کا ہی ہے ۔ مگر ہوا کا غلبہ و حکومت ناپدید اور
غیر مرئی ہے ، بلکہ تیرے جسم اور روح کی مثال تحقیق
سے نزدیک تر ہے ۔ روح معدوم نما موجود ہے کیونکہ
کوئی اسے جانتا نہیں ۔ حالانکہ سلطان و حاکم اور
صاحبِ قدرت وہی ہے جب کہ اس کا محتاج و مجبور
ہے ، مگر لوگ ساری فعالیت جسم سے ہی جانتے ہیں
حالانکہ جسم کو خبر تک نہیں ہے ۔ اس عالم اور اس کے
قائم رکھنے والے کی مثال بھی ایسی ہی ہے ۔ قیوم
موجود ہے مگر غائب ہے ۔ دنیا کے اکثر انسانوں کے خیال

سافی از زمینی برخیزد و بر صورت
منارۂ مستطیل برخویشتن می پیچد
کسی در نگر پندارد کہ خاک خود را
می پیچاند و می جنباند و آن نہ
چنانست بلکہ با ہر ذرہ از خاک
ذرۂ از ہوا است کہ محرک ویست
لیکن ہوا نتوان دید و خاک بتوان
دید پس خاک در محرکی نیست
ہست نمای است و ہوا ہست
نیست نمای است کہ خاک در حرکت
جز مسخری و بیچارۂ نیست در دست
ہوا و سلطنت مر ہوا را است و
سلطنت ہوا ناپیدا است ، بل
مثالی کہ بتحقیق نزدیک تر ست
روح و قالبِ تو است کہ روح
ہست نیست نمای است کہ کس
را بدو راہ نبود و سلطان و قاہر
و متصرف بود و قالب اسیر و بیچارۂ
وی است و ہر چہ بینند از قالب
بینند و قالب از آن بی خبر
بلکہ عالم با قیوم عالم ہمین مثال
است کہ قیوم عالم ہست نیست
نمای است در حق اکثر خلق کہ

میں موجود ہے بلکہ اس عالم کے ہر ذرے کا وجود
قیوم کے وجود سے ہی وابستہ اور قائم ہے مگر یہ
وہ غائب۔ وہ ہر چیز کو وجود دینے کی خاطر اس
کے ساتھ ہے اور دیگر چیزوں کا وجود اسی کے وجود
سے مستعار اور مستفاد ہے کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا
كُنْتُمْ [1] (اور تم جہاں بھی ہو، وہ تمھارے ساتھ
ہے)۔ قیوم کی معیت جسم کی جسم کے ساتھ، عرض کی
عرض کے ساتھ، یا عرض کی جسم کے ساتھ معیت
جیسی نہیں ہے۔ یہ معیت ناقابلِ فہم اور اس کے
لیے محال ہے۔ وہ ایک چوتھی قسم کی معیت ہے،
اور حقیقی معیت یہی ہے اور یہ بھی ہست نما غائب
کی مثال ہے۔

جو لوگ اس معیت کو نہیں جانتے اور قیوم کو
تلاش کرتے ہیں اور اسے نہیں پاتے وہ اس مچھلی کی
طرح ہیں جو سمندر میں غرق ہو، پانی کی تلاش کرے
اور اسے نہ پائے۔ جنھوں نے اس حقیقت کو جان لیا
وہ اپنے آپ کو تلاش کرتے ہیں اور خود کو نہیں پاتے
وہ حق ہی حق دیکھتے ہیں اور پکار اُٹھتے ہیں کہ قیوم
کے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔ جو خود کو تلاش کرے اور
نہ پائے، اور جو قیوم کی جستجو کرے اور اُسے نہ پا سکے
ان کے دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔ مگر یہ بات

ہیچ ذرہ را از عالم قوام و وجود نیست
بخود بل بقیوم وی است و قیوم
ہر چیز بضرورت باوی بہم باشد،
و حقیقت وجود وی را باشد و وجود متقوم
ازوی بر سبیل عاریت بود وھو معکم
اینما کنتم این بود و اگر کسی
معیت نداند الا معیت جسم با جسم
یا معیت عرض با عرض یا معیت عرض
با جسم و این ہر سہ در حق قیوم محال
است این معیت فہم نتواند کرد و معیت
قیومیت قسمی رابع است بلکہ معیت بحقیقت
این است و این نیز نیست ہست نمای است۔
کسانی کہ این معیت را نشناسند
قیوم می جویند و باز نیابند چون ماہی
کہ در دریا غرق شود و آب میجوید،
باز نیابد۔ و کسانی کہ این بشناختند
خود را می جویند و باز نیابند بلکہ خود
ہمہ حق را بینند و می گویند لیس فی
الوجود الا القیوم و بسیار فرق بود
میان کسی کہ خود را می جوید و باز می
نیابد و میان آن کہ قیوم را جوید و باز

---

[1] قرآن مجید ۵۷ : ۴

مکاتیب کے ظرف سے باہر ہے۔ لیکن بے تکلف اتنی بات لکھ دیں کہ ہم نے سنا ہے کہ قیوم کی ناشناخت کی وجہ جستجو کرنے والے کی اپنے ابنائے جنس کے مقابلے میں زیادہ عقل وکیاست کی بنا پر ہوتا ہے۔ تو اپنی عقل کی کمی کی خدائے تعالیٰ سے مدد اور پناہ مانگ کیونکہ ناقص عقل کی بنا پر کئی لوگ تباہ وبرباد ہو گئے (حدیث قدسی ہے) اکثر اہلِ جنت سادہ لوح ہوں گے اور صاحبانِ عقل وفہم کا مرتبہ علیین ہے۔

اور لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں:- ایک عوام ہیں جنھوں نے تقلید اور پیروی پر تقلید کر رکھی ہے۔ انھیں اپنے اعمال پر اختیار نہیں بلکہ کام دوسروں سے سیکھتے ہیں، یہ روش اگرچہ اعلیٰ مرتبے کی نہیں مگر یہ لوگ اہل نجات ہیں۔ دوسرا گروہ صاحب عقل و خرد ہے جو اعلیٰ علیین مرتبے والے ہیں، مگر ایسے لوگ اگر مدتوں میں ایک دو بھی پیدا ہو جائیں تو کافی ہیں۔ تیسرا گروہ صاحبانِ تصرف واختیار کا ہے جنھیں اپنی عقل اور کاردانی سے کام ہے اور یہ تباہی انگیز لوگ ہیں۔ کامل طبیب شفا وتندرستی دینے میں اقرب ہے مگر اس کا مقلد کیا کرے گا۔ نیم حکیم، مریض کی روح اور اس کے خون سے کھیلتا ہے اور ایسے نیم حکیم عقلاء کا سردار ابلیس ہے۔ اس کے پاس بھی ایک طرح کی بوئے اختیار اور زیرکی تھی جس کے ذریعے اس نے راہِ مخالفت اختیار کی، دین د برہان کی باتیں کرنے لگا اور

می نیاید واین سخن از اندازۂ مکاتیب بیرون است لیکن فراسر قلم آمد ناساختہ وہمانا کہ سبب آن است کہ شنیدہ ام کہ ویرا کیاستی ہست زیادت از آنکہ ابناء جنس اورا باشد، زینہار زینہار بخدای تعالیٰ استعاذت کن از قصور کیاست خویش کہ بیشتر خلق کہ ہلاک شدند از کیاست ناقص ہلاک شدند۔ اکثر اہل الجنۃ البلہ واہل علیین ذوالالباب۔

وخلق بسہ گروہند:- یکی عوام کہ بتقلید قناعت کردہ اند وراہ تصرف در کار خویش ندانند بلکہ از دیگر آموزند واین اگرچہ بس رتبتی نیست لیک این قوم از اہل نجاتند دیگر ذوالالباب وایشان از اہل علیین اند ودر عمری از ایشان اگر یکی بود یا دو بسیار بود۔ وسیم اہل تصرف اند بکیاست خویش واین قوم ہلاک شدگانند۔ طبیب بکمال بشفا نزدیک است ومقلد وی چون متصرف در باقی کند اما نیم طبیب در خون جان بیماران بود وہر کہ او فرا تصرف آمدہ باشد بکیاست ناقص تصرف می کند نیم طبیب است وسر چنین زیرکان ابلیس است کہ نوعی از تصرف وزیرکی بود کہ ویرا بر مخالفت داشت

(بموجب قرآن) بولا : اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ[1] (میں اس آدم سے بہتر ہوں۔ خدایا تونے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اسے خاک سے) لوگوں نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا : آیا ابلیس فقیہ اور زیرک ہے؟ ، بولے ہاں ، وہ اگر ایسا نہ ہوتا تو فقہاء اور زیرکوں کو راستے سے بھٹکا نہ سکتا۔ مگر اُولوالالباب (حقیقی عقل مندوں) کی علامت یہ ہے کہ شیطان کا ان پر تسلط نہیں ہے ، کیونکہ فرمان حق ہے ، اِنَّ عِبَادِیْ[2] لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ (بے شک میرے بندے وہ ہیں جن پر تیرا غلبہ نہیں ہے) اور اگر کسی کو کاہلی اور شہوت اس بات پر آمادہ کرے کہ حکمِ خداوندی کے خلاف عمل کرنے لگے ، تو وہ شیطان کا مرید ہے (فرمانِ حق ہے کہ) فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدْعُوْ حِزْبَهٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ[3] (پس شیطان کو دشمن رکھو ، بیشک وہ بلا رہا ہے اپنے گروہ کو اس واسطے کہ ہو جائیں دوزخیوں میں سے)

تجھے اگر آخرت کی خوش بختی عزیز ہے تو حکم خداوندی کو سامنے رکھ۔ حکمِ خداوندی کے خلاف سوال نہ کر ، نہ بہانہ نہ ڈھونڈ اور نہ کھا پی اور اپنے تصرف واختیار کا نہ ہو۔

وبقیاس و برہان گفتن مشغول شد وگفت انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین - وحسن بصری رضی اللہ عنہ را پرسیدند کہ ابلیس فقیہ وزیرک ہست؟ گفت : بلی واگر نبودی فقیہان و زیرکان را از راہ نتوانستی برد وعلامات اولوالالباب آنست کہ شیطان را برایشان ہیچ دستی نبود چنانکہ گفت : ان عبادی لیس لک علیہم سلطان وہر کہ ویرا کسل یا شہوت برآن دارد کہ خلاف فرمان حق کند وی شاگرد شیطان است و نائب وی - فاتخذوہ عدوا انما یدعوا حزبہ لیکونوا من اصحٰب السعیر -

اگر سعادت آخرت می خواہی فرمان حق تعالیٰ پیش گیر - مپرس و مپوش و مجوی و مخور و تصرف مکن الا در فرمان حق تعالیٰ

---

[1] قرآن مجید ۱۷ : ۱۲ اور ۳۲ : ۷۶

[2] ایضاً ۱۵ : ۴۲

[3] ایضاً ۳۵ : ۶

اگر اس خط سے تیرے دل کو قرار نہیں ملتا اور چاہتا ہے کہ کسی قدر معاملات کو شناخت کرے، تو کتاب "کیمیائے سعادت" سے راہنمائی طلب کر اور کسی ایسے شخص کی ہم نشینی اختیار کر جو شیطان کے ہاتھ سے نکل گیا ہو اور چھوٹ گیا ہو، تاکہ وہ تجھے بھی اس سے رستگاری دلا سکے۔

واگر دلت قرار نمیگیرد و می خواہی تا شمہ از حقیقت کارہا بشناسی از کتاب کیمیائے سعادت طلب کن وصحبت کسی اختیار کن کہ وی از دست شیطان بجستہ باشد و برستہ بود تا ترا نیز برہاند۔

والسّلام !

شاہ ولی اللہ کی تعلیم (اُردو)

از

پروفیسر غلام حسین جلبانی

پروفیسر جلبانی ایم اے سابق صدر شعبۂ عربی سندھ یونی ورسٹی کے برسوں کے مطالعہ و تحقیق کا نچوڑ یہ کتاب ہے۔ اس میں مصنف نے شاہ ولی اللہ رح کی پوری تعلیم کا احصار کیا ہے اور اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔ قدردان پڑھنے والوں کے اصرار پر دوسرا ایڈیشن شائع کردیا گیا ہے۔ معیارِ طباعت کا خاص خیال رکھا گیا !

قیمت دس روپئے

ملنے کا پتہ

شاہ ولی اللہ اکیڈمی،

صدر۔ حیدر آباد۔ سندھ